نقشِ زمانہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چینی قوم کے لیڈر — ماؤ

چینی قوم کے عظیم انقلابی لیڈر چیئرمین ماؤزے تنگ انتقال کر گئے کہ دنیا کے فانی انسانوں کی طرح انہیں بھی مرنا تھا۔ موت سے کسی کو مفر نہیں اور جس کے علاج نے دنیا بھر کے فلاسفہ، حکماء، طبیبوں اور انقلابیوں کو بے بس کر دیا ہے کوئی اس "تلخ جام" کے "ساقی" سے ہزار انکار کیوں نہ کرے مگر کائنات کی وہ حقیقت کبریٰ یہ جامِ تلخ پلا کے ہی چھوڑتی ہے۔ آگے کیا ہے؟ ایک دوسری کائنات حیاتِ جاودانی، خلود، مکافاتِ اعمال کا ظہور اور ترتب نتائج کا عالم — عالمِ آخرت — تو یہ ان لوگوں کی باتیں ہیں جن کی نظریں عالمِ آب و گِل کی مادی کثافتوں تک محدود نہیں بلکہ اس سے پرے عالمِ غیب کا مشاہدہ بھی کرتی ہیں۔ جہاں تک اس دنیا کا تعلق تھا، چیئرمین ماؤ اس میں ایسے انقلابی نقوش ثبت کر گئے جو واقعی ناقابلِ فراموش ہیں — اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے ان کی زندگی ایک جہدِ مسلسل تھی، ضبط و نظم، حوصلہ، استقامت، قربانی اور ایثار کے لحاظ سے بجا طور پر وہ موجودہ چین کے معمارِ اوّل کہلانے کے مستحق ہیں۔ ایسی انقلابی شخصیتوں کا وجود ان کی اپنی قوم کے لئے آئیڈیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر مسلمان قوم کے سامنے تو انسانیت کی بھلائی کا ایک ایسا جامع اور ہمہ گیر انقلابی پروگرام موجود ہے۔ جو وقتی نہیں دائمی ہے، علاقائی نہیں آفاقی ہے۔ قومی نہیں پوری نوعِ انسانیت سے وابستہ ہے۔ اور جس کا رشتہ عالمِ انسانیت کے اس سب سے بڑی انقلابی ذات، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ مبارک سے وابستہ ہے، جن کی انقلابی کارناموں نے انسان کی نہ صرف دنیوی کایا پلٹ دی بلکہ اس کی لافانی زندگی بھی فلاح و نجاح سے ہمکنار کر دی جن کا انقلابی لائحہ عمل نہ صرف مادی عروج و زوال بلکہ عالمِ آخرت کی سرخروئی کا بھی ضامن بن کر آیا۔ اور جو انسان کے صرف جسمانی دکھوں کا مداوا نہیں بلکہ روح کی تشنگیوں کے لئے بھی آبِ زلال ثابت ہوا۔ اور جو صرف انسان کو انسانی کی غلامی سے نجات دینے والا نہیں بلکہ اُسے اپنے رب کی غلامی کی چوکھٹ سے بھی وابستہ کر دینے والا بنا۔ اور جن کا انقلابی پروگرام رہتی دنیا تک عالمِ انسانیت کی مشکلات حل کرنے کا ضامن بنا اس ذات کی امت کیلئے اگر اسوہ ہے تو فقط اسی کی ذات آئیڈیل ہے تو صرف انہی کی شخصیت۔ بیشک دیگر اقوام کے لیڈر بھی ان کے لئے محسن بنے مگر ان کا احسان زندگی کے صرف اُس پہلو سے ہے جو ختم ہونے والی مادی اور فانی زندگی ہے۔

ان قوموں کو ظالمانہ اور استحصالی بندشوں سے نجات ملی مگر نجات پا کر وہ ایک اور آہنی نظام کے

شکنجے میں جکڑ دئے گئے اور ایک ایسی مشین کا پرزہ بنا دئے گئے جس کی ہر حرکت اور سکون سٹیم اور برقی رو کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ یہ آزادی آزادی نہیں غلامی ہے۔

انقلابِ حقیقی تو یہ ہے کہ انسان کو انسانی بندھنوں سے نجات دیکر ربِّ حقیقی کی بندگی سے باندھ دیا جائے، اگر یہ نہ ہوا تو انقلاب غلامی کے ایک دائرے سے دوسرے دائرہ میں منتقل کر دینے والا تو بن جاتا ہے۔ مخلوق اور عناصر سے حقیقی معنوں میں آزادی دینے والا نہیں ہو سکتا۔

پھر اصل انقلاب تو وہ ہے جس کی بنیاد طبقاتی منافرت، عداوت اور دشمنی پر نہیں بلکہ انسانوں کی انسانوں سے محبت، ہمدردی اور مواسات پر رکھی گئی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو انقلاب انسان کو وقتی طور پر ایک عرصہ کیلئے کسی "سنہری جنت" میں تو پہنچا دیتا ہے۔ مگر عدل و انصاف، سکون و اطمینان، عزتِ نفس اور آزادی پر مبنی کوئی دائمی زندگی نہیں دے سکتا۔

چودہ سو برس قبل حضورِ اقدس ؐ نے علمِ انقلاب اٹھایا اور پورے عالمِ انسانیت کی خاطر اعلانِ جنگ بھی فرمایا۔ پورے عہدِ جاہلیت کے خلاف خدا و رسول کے باغیوں، اور اخلاق و شرافت کے دشمنوں کے خلاف یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے خلاف چوروں، ڈاکوؤں اور قذاقوں کے خلاف ایک ہمہ گیر جنگ لڑی نتیجۃً پورا عالمِ انسانیت انسانی قدروں اور روحانی آسائشوں سے ہمکنار ہوا۔

مگر یہ سب کچھ نفرت و عداوت کے نام پر نہیں، محبت اور انسانیت کے نام پر۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ اسے تلوار کی کرشمہ کاری ثابت کریں مگر تاریخ کی سچائیوں نے ان کے منہ پر طمانچہ مار دیا کہ تاریخ کے اس سب سے بڑے انقلاب اور اس کے دس سالہ جدوجہد میں مسلمانوں اور مقابل حریفوں سب کو ملا کر انقلاب میں کام آنے والے شہیدوں اور مقتولوں کی تعداد ۲ سو سے زیادہ نہیں ہو سکی۔ اتنے انسان جو آج کسی بڑے شہر میں یومیہ ایکسیڈنٹوں اور حادثوں کی صورت میں لقمۂ اجل بن جاتے ہیں۔

دوسری طرف چین اور روس کا انقلاب کہ جس کا خمیر طبقاتی منافرت سے اٹھایا گیا تو بالکل ابتدائی ایام میں اسکی خاطر کروڑوں افراد قتل، جلاوطن، مجروح اور عمر بھر زندہ درگور ہوئے اور صرف چین میں ڈیڑھ کروڑ زمیندار پھانسی پر لٹکائے گئے۔ سٹالن نے اس انقلاب کیلئے ۵ کروڑ تو صرف مسلمانوں کو قتل کیا یا جلاوطن کیا اور جسکی خاطر دین، مذہب، عقیدہ اور تمام اخلاق فاضلہ قربان کر دئے گئے۔

چین کے عظیم انقلابی آنجہانی ماؤ نے کسی وقت مسلمانوں سے کہا تھا —— کہ تمہیں اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ تم اپنے اوقات نماز میں ضائع کرو۔ بلکہ غور سے سنو تمہیں اپنی مساجد اور مدارس کو ڈھانا ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ (چینی اخبار تن بات یاؤ ۲ نومبر ۱۹۶۷ء)

بہر حال آج آنجہانی ماؤ کا معاملہ کائنات کے خالق کے سامنے ہے، انہوں نے مادی انقلاب سے قوم کو ہمکنار کر دیا۔ ہم ان کی خوبیوں کی تحسین کرتے ہیں۔ اور چینی قوم کے ساتھ اس غم میں شریک ہیں۔ مگر یہ اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ عالم انسانیت کے حقیقی خیر خواہ اور عظیم انقلابی صرف محمد عربی علیہ السلام تھے ان کا انقلاب امر اور غیر فانی ہے۔ نسخۂ فلاح صرف اسی کی تعلیمات ہیں، باقی سب فلسفے ہیچ اور ساری شخصیتیں فانی ہیں اور جلد یا بدیر ساری بنی نوع انسانیت کو یہ ابدی صداقت تسلیم کرنی ہے۔

آہ! مولانا مارتونگ مرحوم

۲۳ رجب ۹۶ھ بروز جمعرات زوال آفتاب کے بعد تین بجے ہزارہ کے کوہستانی علاقوں میں علم و فضل کا ایک ایسا آفتاب غروب ہو گیا جس کی ضیاء باریوں سے پون صدی تک ایک عالم فیضیاب ہوتا رہا۔ بقیۃ السلف شیخ الکل جامع المعقول والمنقول علامہ مولانا خان بہادر عرف مولانا مارتونگ صاحب قدس سرہ العزیز کا انتقال ہو گیا۔ عمر مبارک ۸۰-۸۵ کے لگ بھگ ہو گی پچھلے چند سالوں سے صاحب فراش تھے۔ جمعرات کی ظہر کو دورۂ قلب پڑا اور تھوڑی دیر بعد واصل بحق ہو گئے۔ دوسرے دن نماز جمعہ کے بعد انہیں اپنے گاؤں مارتونگ علاقہ چکیسر کے خاندانی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ نماز جنازہ ان کے بڑے صاحبزادہ مولانا رشید احمد نے پڑھائی اور دشوار گزار راستوں کے باوجود اطراف واکناف سے علماء، صلحاء اور عام مسلمانوں نے اس میں شرکت کی۔

حضرت مرحوم بھی ان اکابر علم و فضل میں سے تھے جن کی ذات علم و عمل، زہد و تقویٰ، تبحر و رسوخ کی جامع اور شریعت و طریقت کی سنگم ہوتی ہے۔ ایسی عبقری شخصیتوں کے حالات ہم صرف کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ زوال و اندراس علم کے اس دور میں ایسے نمونے عنقا نہیں تو کمیاب ضرور ہیں، مولانا مرحوم نے ساری زندگی دین اور علوم دین کی تدریس میں گذاری، تصوف و سلوک، اصلاح و تزکیہ نفوس کے کام میں بلند مقام پر فائز تھے، علوم عقلیہ، منطق، ریاضی اور فلسفہ میں تو اپنے دور میں امامت کا منصب رکھتے تھے۔ مگر اس میدان میں معقولات کے کلاسیکل کتابوں پر کامل عبور اور دن رات مطالعہ و تدریس کے باوجود مشاغل اور باطنی و ظاہری کیفیات و احوال پر خشک عقلیت اور فلسفیانہ خصوصیات کا سایہ تک نہیں پڑا تھا بلکہ زندگی عبادات و اعمال اور توجہ الی اللہ، استغراق و انابت میں ڈوبی ہوئی تھی نام و نمود اور نمائش سے کوسوں دور اور کفاف حیات پر قانع و صابر رہے فقر و سادگی کی ایسی تصویر کہ ہر ہر حرکت سے سادگی اور بے نفسی ٹپکتی تھی۔ بانی ریاست سوات میاں گل عبدالودود صاحبؒ کے نہ صرف مقربین میں سے بلکہ انکے مقتدا اور استاذ تھے مگر اصرار کے باوجود انکے شاہی محل میں قیام اور تمام شاہی مراعات پر مینگورہ کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرہ میں طلبہ کے ساتھ گھاس اور چٹائیوں پر سکونت کو ترجیح دی۔ علمی تعمق اور پختگی بیمثال تھی اور حافظہ بے نظیر، معقولات کے علاوہ علوم حدیث میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے زندگی کا ایک بڑا حصہ حدیث کی درس و تدریس میں گذارا۔ دارالعلوم کے ساتھ علم اور دین کے رشتوں کے علاوہ جس نے مشرق و مغرب کے اہل علم اور مسلمانوں کو ایک دھاگے میں باندھ رکھا ہے مولانا مرحوم کی خصوصی عنایتوں نے سانحہ کی شدت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔ دعا ہے کہ مرحوم کے برکات جاری و ساری رہیں اور ان کے تمام متوسلین و احباب کو صبر جمیل نصیب ہو۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق